اس کے ساتھ اگر ملکی قرضہ جات (domestic debt) پر بھی نگاہ ڈال لی جائے تو ہماری 'فاقہ مستی' کی تصویر مکمل ہوجاتی ہے۔ اس حکومت نے اسٹیٹ بنک کے تازہ اعدادوشمار کے مطابق جولائی ۲۰۰۶ء سے مئی ۲۰۰۷ء تک صرف ۱۱ مہینوں میں ۳۰۲،۳۴ ارب روپے کے قرضے لیے جس کے نتیجے میں حکومت پر قرض کا کُل بار بڑھ کر ۲,۵۹۹ ارب روپے ہوگیا جو اگر ڈالر کی شکل میں ظاہر کیا جائے تو ۴۲،۶ بلین ڈالر بن جاتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں بیرونی اور ملکی قرضوں کا بوجھ ۸۲،۷ بلین ڈالر سے متجاوز ہے۔ اس کا سب سے افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ یہ قرضے ملک کی پیداواری صلاحیت میں اضافے کے سلسلے میں بڑا محدود کردار ادا کر رہے ہیں اور یہ اربوں روپے بڑی حد تک سرکار کی شاہ خرچیوں اور ملک میں ہر سطح پر کرپشن کی وجہ سے صرف دولت مندوں اور مفاد پرست طبقات کی ہوس زر اندوزی کی نذر ہورہے ہیں، جب کہ بوجھ ملک کے ۱۶ کروڑ عوام پر پڑ رہا ہے جس سے ان کی کمر ٹوٹ رہی ہے۔ تشویش کا ایک اور پہلو یہ ہے کہ اس صورت حال کو پیدا کرنے کا بڑا سبب بجٹ کا خسارہ ہے جو ۰۳-۲۰۰۲ء میں ۱۳۴ ارب روپے تھا، جو ۰۷-۲۰۰۶ء میں بڑھ کر ۳۷۷،۵۳ ارب روپے ہو چکا ہے۔ دوسری طرف بین الاقوامی تجارت کا خسارہ ہے جو اس سال ۱۷ بلین ڈالر سے زیادہ ہے اور توازن ادایگی (balance of payments) کا خسارہ ۶ ارب ڈالر سے بھی بڑھ گیا ہے۔

ایک طرف قرضوں کا یہ پہاڑ ہے اور تجارت اور ادایگیوں اور بجٹ کا خسارہ ہے اور دوسری طرف عوام کی غربت اور بھوک۔ بین الاقوامی معیار کے مطابق ۲ ڈالر یومیہ فی کس آمدنی کو بنیاد بنایا جائے تو ملک کی کل آبادی کا ۷۳ فی صد غربت کی لکیر سے نیچے زندگی گزار رہا ہے۔ بے روزگاری جو ۱۹۹۰ء کی دہائی میں ۵ فی صد سے کچھ زیادہ تھی اب بڑھ کر ۷ اور ۸ فی صد ہو چکی ہے۔ اور مہنگائی کا یہ حال ہے کہ غریب تو غریب متوسط طبقے کے لیے بھی زندگی کی کم سے کم ضروریات بھی پورا کرنا محال ہے ___ کیا یہی وہ معاشی فتوحات ہیں جن کی خاطر اس جرنیلی آمریت نے ملک کی آزادی، سلامتی اور حاکمیت تک کو امریکا کی گرفت میں دے دیا ہے؟

سنت اور عاداتِ رسولؐ کا فرق

سنت کے متعلق لوگ عموماً یہ سمجھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ اپنی زندگی میں کیا ہے وہ سب سنت ہے۔ لیکن یہ بات بڑی حد تک درست ہونے کے باوجود ایک حد تک غلط بھی ہے۔ دراصل سنت اس طریق عمل کو کہتے ہیں جس کے سکھانے اور جاری کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کو مبعوث کیا تھا۔ اس سے شخصی زندگی کے وہ طریقے خارج ہیں جو نبیؐ نے بہ حیثیت ایک انسان ہونے کے یا بہ حیثیت ایک ایسا شخص ہونے کے جو انسانی تاریخ کے خاص دور میں پیدا ہوا تھا' اختیار کیے۔ یہ دونوں چیزیں کبھی ایک ہی عمل میں مخلوط ہوتی ہیں اور ایسی صورت میں یہ فرق و امتیاز کرنا کہ اس عمل کا کون سا جز' سنت ہے اور کون سا جز عادت' بغیر اس کے ممکن نہیں ہوتا کہ آدمی اچھی طرح دین کے مزاج کو سمجھ چکا ہو۔

اصولی طور پر یوں سمجھیے کہ انبیا علیہم السلام انسان کو اخلاقِ صالحہ کی تعلیم دینے اور زندگی کے ایسے طریقے سکھانے کے لیے آتے رہے ہیں جو فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا [الروم ۳۰:۳۰] کے ٹھیک منشا کے مطابق ہوں۔ ان اخلاقِ صالحہ اور فطری طریقوں میں ایک چیز تو اصل و روح کی حیثیت رکھتی ہے اور دوسری چیز قالب و مظہر کی حیثیت۔ بعض امور میں روح اور قالب دونوں اسی شکل میں مطلوب ہوتے ہیں جس شکل میں نبی اپنے قول و عمل سے ان کو واضح کرتا ہے اور بعض امور میں روح اخلاق و فطرت کے لیے نبی اپنے مخصوص تمدنی حالات اور اپنی مخصوص افتادِ مزاج کے لحاظ سے ایک خاص عملی قالب اختیار کرتا ہے اور شریعت کا مطالبہ ہم سے صرف یہ ہوتا ہے کہ ہم اس روحِ اخلاق و فطرت کو اختیار کر لیں' رہا وہ عملی قالب جو پیغمبر نے اختیار کیا تھا تو اسے اختیار کرنے یا نہ کرنے کی شرعاً ہم کو آزادی ہوتی ہے۔ پہلی قسم کے معاملات میں سنت روح اور قالب دونوں کے مجموعے کا نام ہے' اور دوسری قسم کے معاملات میں سنت صرف وہ

روحِ اخلاق وفطرت ہے جو شریعت میں مطلوب ہے نہ کہ وہ عملی قالب جو صاحبِ شریعت نے اس کے اظہار کے لیے اختیار کیا۔

مثال کے طور پر دین کا منشا یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کا ذکر کریں۔ اس کے لیے نبی نے بعض اعمال تو ایسے اختیار کیے جن کی روح اور عملی قالب دونوں سنت ہیں اور دونوں کی پیروی ہم پر لازم ہے، مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ اور بعض طریقے آپ نے ایسے اختیار کیے جن کی روح تو ہمارے اعمال میں ضرور پائی جانی چاہیے لیکن قالب کی ہو بہو پیروی کرنا لازم نہیں ہے، بلکہ ہم کو آزادی دی گئی ہے کہ ہم اس روح کے ظہور کے لیے جو عملی قالب مناسب سمجھیں اختیار کریں، مثلاً دعائیں اور وہ عام اذکار جو حضورؐ وقتاً فوقتاً کرتے تھے۔ ہم پر یہ لازم نہیں ہے کہ ہم بعینہٖ انھی الفاظ میں دعائیں مانگیں جن الفاظ میں حضورؐ مانگتے تھے، البتہ سنت کی پیروی کا تقاضا یہ ہے کہ ہم ان دعاؤں کے طرز اور ان کی معنوی خصوصیات کو ملحوظ رکھیں اور جن الفاظ میں بھی دعائیں مانگیں، ان کے اندر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کی روح موجود ہو۔

اسی طرح اذکار میں سنت صرف یہ ہے کہ آدمی اپنی زندگی کے مختلف حالات واعمال میں خدا کو یاد کرتا رہے، اس سے استعاذہ کرے، اس سے مدد مانگے، اس کا شکر ادا کرے اور اس سے طلبِ خیر کرے۔ اس سنت کو حضورؐ نے اپنی عملی زندگی میں اُن مختلف اذکار کے ذریعے سے ظاہر اور جاری کیا جو حدیث میں مذکور ہیں۔ اگر کوئی شخص ان اذکار کو لفظ بلفظ یاد کر کے اسی طرح ان کا التزام کرے جس طرح حدیث میں بیان ہوا ہے تو یہ مستحسن یا مستحب تو ہو سکتا ہے لیکن اسے اتباعِ سنت کا لازمی تقاضا نہیں کہا جاسکتا۔ اگر کوئی شخص اس سنت کو اچھی طرح ذہن نشین کر کے کسی دوسرے طریقے سے اس پر عمل درآمد کرے اور اس کے لیے دوسرے الفاظ اختیار کرلے تب بھی وہ بدستور متبع سنت رہے گا اور اس پر خلاف ورزیِ سنت کا الزام عائد نہ ہوگا۔

یہی فرق تمدنی اور معاشرتی حالات میں بھی ہے، مثلاً لباس میں جن اخلاقی وفطری حدود کو قائم کرنا نبیؐ کے مقاصد بعثت میں تھا وہ یہ ہیں کہ لباس ساتر ہو، اس میں اسراف نہ ہو، اس میں تکبر کی شان نہ ہو، اس میں تشبہ بالکفار نہ ہو، وغیرہ۔ اس روحِ اخلاق وفطرت کا مظاہرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس لباس میں کیا اُس میں بعض چیزیں تو ایسی ہیں جن کی پیروی جوں کی توں کرنی چاہیے، جیسے